جہات

مساجد اور بم دھماکے' یہ کیا ظلم ہے؟

گذشتہ دنوں وطن عزیز کے شہر سیالکوٹ' ملتان اور لاہور کی بعض مساجد میں یکے بعد دیگرے عین نماز کے دوران بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے دہشت گردی کے واقعات باعث بیسیوں بے گناہ نمازیوں کے شہید ہو جانے ان کے گھروں میں اچانک صف ماتم بچھ جانے' متعدد شہداء کے بوڑھے ماں باپ کے بے آسرا ہو جانے' بچوں کے یتیم ہو جانے' درجنوں خواتین کے سہاگ اجڑ جانے اور بیوہ ہو جانے اور سینکڑوں عبادت گزاروں کے بری طرح زخمی ہو جانے بلکہ کئی ایک کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے معذور وا پاہج ہو جانے اور پھر مساجد کی مقدس عمارات کو نقصان پہنچ جانے کے روح فرسا واقعات سے ہر حساس اور صاحب دل پاکستانی کا دل زبردست غم واندوہ اور دکھ وملال کی کیفیت سے دوچار ہے- اس طرح کے افسوسناک اور المناک بلکہ شرمناک واقعات جہاں حکومت اور امن وامان قائم رکھنے کے ذمہ دار اداروں کیلئے حد درجہ تشویش' بدنامی اور پریشانی کا باعث ہیں اور وہ آئندہ ایسے واقعات کے دہرائے جانے کی روک تھام کیلئے ایک حد تک ضروری حفاظتی اقدامات کر بھی رہے ہیں' وہاں یہ واقعات تمام اہل وطن کیلئے بالعموم اور دینی ومذہبی حلقوں کیلئے بالخصوص لمحہ فکریہ ہیں-

اسلام نے اذان' نماز' تلاوت وعبادت' تسبیح وتحمید' تہلیل وتکبیر' درودوسلام اور ذکر خدا کیلئے مختص مقامات -مساجد- بلکہ دوسرے اہل مذاہب کی عبادت گاہوں کی بھی جو عظمت' تقدس' احترام اور تعظیم وتوقیر اہل اسلام پر لازم ٹھہرائی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں- جو آدمی ان مساجد وعبادت گاہوں میں ان کی تعمیر کے اصل اور بنیادی مقصد یعنی ذکر خداوندی اور عبادت الٰہی میں کسی بھی طریقے سے بلا ضرورت ومصلحت دینی رکاوٹ ڈالتا ہے- قرآن مجید نے اسے ''اظلم'' سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے- چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَاللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَفِیْهَااسْمُه' وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا'' (سورۃ البقرہ:۱۱۴)

(اور شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو-)

اس آیت کریمہ کے پس منظر یا شان نزول میں اگرچہ مفسرین نے مختلف روایات درج کی ہیں تاہم اس کا حکم عام ہے- چاہے قریبی سبب نزول کچھ بھی رہا ہو اور حکم کو کسی خاص مسجد یا خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص کرنا درست نہیں- چنانچہ فقیہ مفسر ابن العربی آیت ہذا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''انہ کل مسجد وھو الصحیح لان اللفظ عام اراد بصیغة الجمع فتخصیصه ببعض المساجد اوفی بعض الازمنة محال''

(اس سے مراد بلاشبہ ہر مسجد ہے اور یہی رائے صحیح ہے کیونکہ مساجد کا لفظ عام اور جمع کے صیغہ سے لایا گیا ہے لہذا اس حکم کو کسی مسجد یا کسی زمانہ سے خاص کرنا ناممکن ہے)

اسی طرح مفسر قرطبی اور صاحب مظہری اور دیگر کئی مفسرین نے آیت کے حکم کو عام قرار دیا ہے- (ج ۲ ص ۷۷ دار الکتب مصر ۱۹۶۷ء ۱۳۸۷ھ)

آیت ہذا کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ مساجد میں یاد الٰہی یا عبادت خداوندی سے روکنا سب سے بڑا ظلم ہے- اس لیے اللہ کی یاد سے مساجد میں روکنے کی تمام صورتیں آیت ہذا کی رو سے ناجائز وحرام ہوں گی- چاہے یہ رکاوٹ بالذات ہو یا بالواسطہ- بالذات روکنا تو ظاہر ہے یہ ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا مسجد میں اللہ کو یاد کرنے سے روک دیا جائے اور بالواسطہ یہ کہ مسجد میں کوئی ایسی حرکت یا عمل کیا جائے جو نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہو یا محض اس کی وجہ سے لوگ مسجد میں آنے سے رک جائیں-

اسی طرح مسجد کی بربادی بھی دو قسم کی ہے- ایک حسی اور دوسری معنوی- حسی بربادی یہ ہے کہ مسجد کو ہی گرادیا جائے- یہ مسجد کی حسی وظاہری تخریب کاری ہے اور معنوی بربادی یہ ہے کہ اس میں عبادت اور ذکر اللہ پر قدغن لگادی جائے-

گویا جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم کرنا مسجد کی بربادی ہے اسی طرح ایسے تمام اسباب پیدا کرنا بھی اس میں داخل ہے جن کی وجہ سے مسجد ویران ہوجائے اور مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں لوگ نماز کیلئے نہ جائیں- یا نمازیوں کی تعداد کم ہوجائے کیونکہ مساجد کی آبادی دراصل درودیوار یا ان کی نقش ونگاری سے نہیں بلکہ ان میں اللہ کا ذکر نے اور زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے سے ہے- اسی لئے ایک حدیث میں رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرب قیامت مسلمانوں کی مساجد بظاہر آباد ہوں گی مگر واقع میں برباد ہوں گی کہ ان میں حاضر ہونیوالے نمازی کم ہوجائیں گے-

مساجد میں منع ذکر اور خانہ خدا کی بربادی کے عنداللہ شدید جرم ہونے کے حوالے سے درج

بالاتفصیل سے اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ مساجد میں یکے بعد دیگرے ان دھماکوں نے بھی وطن عزیز کے تمام لوگوں میں ایک قسم کا خوف وہراس پیدا کر دیا ہے۔ ہر آدمی نماز کیلئے مسجد میں جانے سے قبل ایک مرتبہ ضرور سوچتا ہے کہ مذکورہ صورت حال میں مسجد کی طرف جاؤں یا نہ جاؤں؟ ارض پاک میں بدقسمتی سے نماز عبادت اور ذکر الٰہی کا ذوق شوق پہلے ہی چنداں قابل رشک نہیں۔ رہے سہے نمازیوں میں بھی مسجد کی طرف جانے سے ہچکچاہٹ اور خوف وہراس پیدا ہو جائے' مساجد میں نمازیوں کی تعداد گھٹ جائے' نماز پولیس کے پہرے اور کلاشنکوفوں کے سایہ میں ادا کرنے کی نوبت آ جائے اور ''کعبہ کی بیٹیوں'' ۔مساجد۔ میں بھی آدمی محفوظ و مامون نہ رہے تو ایک اسلامی ملک میں اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا؟

مساجد میں اس قسم کی تخریب کاری یا دہشتکاری کے منظّم واقعات کے پس پردہ اگرچہ وطن عزیز کے اندر بدامنی اور عدم استحکام پیدا کرنے کی خواہاں خفیہ طاقتوں اور شرپسند عناصر جن کی آنکھوں میں عالم اسلام کی واحد ایٹمی طاقت کا وجود کھٹکتا رہتا ہے' کے ہاتھ کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم بدقسمتی سے علماء کے روپ میں کم علم اور تنگ نظر لوگوں کے مسلکی تعصب' مذہبی انتہا پسندی اور بعض مسائل میں اپنے مختلف نقطہ نظر کے حامل لوگوں اور ان کی طرف منسوب مساجد کو برداشت نہ کرنے کے جنون کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ جس کا واضح ثبوت حال ہی میں پولیس کی تفتیش کے دوران دو ملزموں کا یہ اعتراف بلکہ انکشاف ہے کہ انہوں نے ایک ''مذہبی تحریک'' کے ''نمایاں لیڈر'' کے محض اکسانے اور اشتعال دلانے پر معروف عالم دین اور دانشور ڈاکٹر غلام مرتضےٰ ملک اور فہم قرآن تحریک کے قائد پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب کو موت کے گھاٹ اتار کر دہشت گردی کا ارتکاب کیا تھا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: روزنامہ نوائے وقت لاہور و دیگر قومی اخبارات مورخہ ۲۳ نومبر ۲۰۰۴ء)

اہل علم جانتے ہیں کہ سقوط بغداد سے لے کر آج تک دشمنان اسلام نے امت مسلمہ کو جب بھی اور جہاں بھی نقصان پہنچایا ہے تو ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان فروعی مسلکی نسلی علاقائی سیاسی اور گروہی اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مفاد پرست' جذباتی و جنونی کم علم اور ناعاقبت اندیش قسم کے لوگوں کو استعمال کر کے پہنچایا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
که بامن آنچه کرد آں آشنا کرد

اور

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پاکستان کے موجودہ داخلی و خارجی حالات کے پیش نظر جملہ اہل وطن، خصوصاً علماء و مشائخ اور ان کے مریدین و معتقدین کو دشمن کی اس چال کو سمجھتے ہوئے اپنے اندر وسعت ظرفی، وسیع القلبی، رواداری، برداشت اور نقطہ نظر کے اختلاف کے باوجود ائمہ اسلاف کی طرح ایک دوسرے کے احترام کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ہمارے ہاں بالعموم جن اختلافی مسائل پر سر پھٹول ہو رہی ہے ایک دوسرے کو گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور جن کی بنیاد پر مستقل گروہ فرقے، جماعتیں، تنظیمیں، تحریکیں، سپاہیں وجود میں آگئی ہیں، اہل علم سے مخفی نہیں کہ ان کی حیثیت جائز ناجائز کی نہیں بلکہ محض اولیٰ و عدم اولیٰ کی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے مذہبی انتہا پسندی کے اسباب، اثرات اور اس کے خاتمہ کیلئے تعلیمات نبوی ﷺ پر مشتمل ایک تفصیلی اور وقیع مقالہ قارئین زیر نظر شمارے میں ہی ملاحظہ فرمالیں گے۔

آخر میں درج بالا مذہبی انتہا پسندی اور تشدد کے واقعات کے خاتمہ کیلئے درج ذیل چند تجاویز پر عمل درآمد کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے:

۱۔ مذہبی انتہا پسندی کے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب جس کے باعث انتہا پسندی کی کئی شکلیں جنم لیتی ہیں (جن کی تفصیل کی یہ تحریر متحمل نہیں ہو سکتی) اور جسے ''ام الاسباب'' بھی قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، کم علمی کم فہمی ناقص العلمی دینی بے بصیرتی اور فقہی مسائل میں گہرائی، گیرائی وسعت نظر اور رسوخ فی العلم کا نہ ہونا ہے۔ ہمارے وطن عزیز میں مذہبی انتہا پسندی، مذہبی تعصب و تنافر اور عقائد و اعمال اور عبادات و معاملات میں غلو کے واقعات میں زیادہ تر ہاتھ اسی کم علمی اور ناقص العلمی کا ہے۔ لہٰذا دینی مدارس کو اس بات پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہاں سے واعظین اور خطباء ہی نہیں بلکہ علوم دینیہ خصوصاً قرآن و حدیث اور فقہ و اجتہاد میں گہری بصیرت اور رسوخ کے حامل علماء پیدا ہوں۔

۲۔ ملک بھر کی مساجد انتظامیہ کو ریڈیو ٹی وی، اخبارات اور مقامی نمائندوں کی معرفت اس بات کی اہمیت و نزاکت سے آگاہ کیا جائے کہ ائمہ و خطباء کے تقرر میں باقاعدہ فارغ التحصیل اور قرآن و حدیث اور فقہی مسائل پر نظر رکھنے والے علماء کا تقرر کتنا ضروری ہے۔ امام و خطیب کیلئے محض باشرع ہونا، حافظ قرآن ہونا، خوش الحان ہونا، اور سب سے بڑھ کر اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کی بجائے انتظامیہ مساجد کی خوشنودی کو مدنظر رکھنے والا ہونا ''ظلم'' کے مترادف اور ''خطرہ ایمان'' کا باعث ہے۔

۳۔ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر مذہبی محافل اور تقاریب میں مذہبی تنفر پھیلانے والے نیم خواندہ قصہ خواں واعظوں شعلہ بیان مقررین اور پیشہ ور نعت خوانوں کو بلانے اور ان پر

نوٹ نچھاور کرنے کی بجائے محقق اہل علم کو بلانے' ۔ان کی علمی و تحقیقی گفتگو سننے اور ہر طرح ان کی حوصلہ افزائی کرنے کا سامعین کو عادی بنایا جائے۔

۴۔ فرقہ وارانہ تنظیموں اور پریشر گروپوں کو دبانے بلکہ ختم کرنے کیلئے موجودہ حکومت نے متعدد اقدامات کیے ہیں- ان تنظیموں کی حوصلہ شکنی کا یہ سلسلہ جاری رہنا اور کسی قسم کے دباؤ میں نہیں آنا چاہیے-

۵۔ مساجد میں اذان اور عربی خطبہ کے علاوہ باہر کے سپیکر کے استعمال پر پابندی کے قانون کو مؤثر بنایا جائے اور خلاف ورزی کر کے لوگوں کے آرام وسکون کو غارت کرنے والے اور اشتعال انگیز ونفرت آمیز تقریر کرنے والے خطیبوں اور واعظوں کو کو قانون کے مطابق سزا دی جائے-

۶۔ مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے علماء ومشائخ اپنے اپنے معتقدین ومریدین کو دوسرے مسالک کے علماء کے بارے میں تقریر وتحریر کے اندر ناشائستہ' بازاری اور توہین آمیز زبان استعمال کرنے سے سختی سے روکیں اور ایسے غالی قسم کے معتقدین سے لاتعلقی کا اظہار کریں- اور خود مذہبی رواداری وبرداشت کا عملی نمونہ پیش کریں-

۷۔ حکومت کی طرف سے مذہبی مسائل ومعاملات اور دینی مدارس میں بے جا مداخلت بھی مذہبی انتہا پسندی کا ذریعہ بنتی ہے۔لہذا اس سے بھی حتی الامکان گریز ضروری ہے- اور علماء پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں آزادی سے علم دین کی خدمت کرنے کا موقعہ ہی نہیں بلکہ ہر ممکن سہولتیں مہیا کرنا چاہیے-

۸۔ مذہبی انتہا پسندی کا ایک سبب حکومت کا طاغوتی اور ظالم وغاصب طاقتوں کے ساتھ بوجوہ مسلمان ممالک کے خلاف تعاون کرنا بھی ہے۔لہذا ضروری ہے کہ حکومت اپنی اس پالیسی پر نظر ثانی کرے۔

۹۔ ریڈیو۔ٹی وی پر ''رحماء بینھم'' کے عنوان سے ایک پروگرام کا اجراء بھی بڑا مفید ثابت ہوسکتا ہے جس میں صحابہ کرامؓ 'ائمہ اہلبیت' ائمہ مجتہدین اور پچھلی صدیوں کے مختلف مسالک کے علماء وفقہاء اور مختلف سلاسل طریقت کے صوفیاء کے باہمی احترام وتکریم کے واقعات بتائے جائیں۔

۱۰۔ مساجد کے نام کے ساتھ کسی مسلک کا ''لاحقہ'' بھی مذہبی تعصب وتشدد کا ایک سبب ہے- لہذا مساجد کی رجسٹریشن میں اس ''لاحقہ'' کا خاتمہ بھی مذہبی ہم آہنگی کیلئے مفید ثابت ہوگا-

مدیر مسئول